پروفیسر عبدالقیوم ،
مدیر دائرہ معارف اسلامیہ پنجاب یونیورسٹی

تحریکِ اہلِ حدیث

ایک جائزہ

اہلِ حدیث کو "اصحابُ الحدیث"، "اہل الاثر"، "اہل السُنۃ"، "سلفی" اور "اثری" کے ناموں سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔ پاک و ہند میں ایک طبقہ "محمدی" بھی کہلاتا ہے۔ اہل حدیث سے مراد اہل السنت مسلمانوں کا وہ گروہ ہے جو قرآنِ مجید کے ساتھ حدیث و سنت کو اسلامی شریعت کا حقیقی سرچشمہ قرار دیتا ہے اور دین و شریعت کے معاملات میں تقلیدِ شخصی کا قائل نہیں۔ اس کے نزدیک اسلام کے اوّلین دور میں صحابۂ کرامؓ، تابعین، تبع تابعین کا یہی مسلک تھا۔ قرونِ اُولیٰ میں اہل الحدیث کی اصطلاح محدثین کے لیے بھی مستعمل تھی۔ لیکن کتبِ حدیث و فقہ اور تاریخ و سیر میں اہل الحدیث کا لقب، عاملینِ بالحدیث والسنہ کے لیے ہر دور میں استعمال ہوتا رہا ہے۔ حدیث کی روایت و حفاظت، ترویج و اشاعت اور اتباعِ سنت ہمیشہ اہل حدیث کا طرۂ امتیاز رہا ہے۔ انہیں وہابی کہنا علمی اور تاریخی لحاظ سے غلط ہے کیونکہ وہابی شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی کے ہم مسلک اہلِ نجد کو کہا جاتا ہے، اور وہ حضرت امام احمد بن حنبلؒ کے مقلد ہیں۔ اس کے برعکس اہلِ حدیث تقلیدِ شخصی کے قائل ہی نہیں۔

اہلِ حدیث کے عقائد خالص سلفی ہیں۔ توحید اور اتباعِ سنت ان کا امتیازی نشان ہے۔ صفاتِ الٰہی کے بارے میں بھی ان کا مسلک خالص سلفی ہے۔ شرک کو حرام اور بدعت کو ضلالت و گمراہی سمجھتے ہیں توہم پرستی اور ضعیف الاعتقادی سے دور رہتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نیز دیگر انبیاء کرامؑ کی عصمت اور عبودیت و بشریت کے قائل ہیں۔ اللہ کے سوا کسی کو بھی عالم الغیب نہیں مانتے۔ وفات کے بعد انبیاء کی حیاتِ دنیوی کے بھی قائل نہیں اور نہ کسی نبی کو حاضر و ناظر جانتے ہیں۔ اہلحدیث کے نزدیک مجالسِ میلاد، زیارت مقابر اور انعقادِ عرس سب بدعت میں داخل ہیں۔ ائمہ دین کے زہد و تقویٰ، علم و عمل اور فضائل و مناقب کے اقرار و احترام کے باوجود صحیح حدیث اور

عملِ صحابہ کرامؓ کے مقابلے میں کسی فرد کے قول کو شرعی حجّت تسلیم نہیں کرتے۔

اہل حدیث کی امتیازی خصوصیات زندگی کے ہر شعبے میں نمایاں ہیں۔ موت وحیات کی تمام غیر شرعی وغیر اسلامی رسوم کو وہ بدعت کہتے ہیں۔ شادی اور غم میں سنتِ نبوی کو مشعلِ راہ مانتے ہیں۔ خدا کی خدائی میں کسی جن و انس کو دخیل نہیں سمجھتے۔ اذان میں ترجیع و تثویب کے قائل و عامل ہیں۔ نمازیں اوّلین وقت میں ادا کرتے ہیں۔ نماز میں سینے پر ہاتھ باندھتے ہیں۔ آمین بالجہر اور رفع الیدین ان کا معمول ہے۔ فاتحہ خلف الامام کے قائل و عامل، جہری نمازوں میں بسم اللہ بھی بالجہر پڑھ لیتے ہیں۔ ماہِ رمضان میں بسلسلہ قیام اللیل آٹھ رکعت تراویح ادا کرتے ہیں۔ نمازِ جنازہ غائبانہ نیز نمازِ جنازہ جہری کے قائل و عامل ہیں۔ ایک مجلس میں تین طلاقوں کو درست نہیں سمجھتے۔

پہلی صدی ہجری میں اس تحریک کا مقصد تعمیل و ترویج سنت نبوی تھا۔ دوسری اور تیسری صدی میں یہ تحریک فقہی اور علمی صورت اختیار کر گئی اور اہل حدیث اور اہل رائے دو مستقل گروہ بن گئے۔ اگرچہ دونوں مسلکاً اہل السنت کہلاتے تھے، لیکن دونوں میں نظری اور عملی اختلاف موجود تھا۔

اہل حدیث نے ترویج حدیث اور عمل بالسنۃ کے لیے ہر جگہ اور ہر دور میں بڑی سرگرمی کا اظہار کیا۔ برصغیر پاک و ہند میں بھی تحریک اہل حدیث ابتدائے عہد سے موجود رہی۔ المقدسی (م ۳۷۵ھ) نے اقلیم سندھ میں اکثریت کو مسلکِ اصحابُ الحدیث کا پابند بتایا ہے (احسن التقاسیم، ص ۴۷۹)، ابن حزم (م ۴۵۶ھ / ۱۰۶۴ء) کے نزدیک بھی اس علاقے میں طالبانِ قرآن و سنت کی کثرت تھی۔ جنہیں وہ ظاہری کے لقب سے یاد کرتا ہے۔ (جوامع السیرۃ، ص ۳۵۰) مغلوں کے آخری دور میں حضرت شاہ ولی اللہ الدہلویؒ (م ۱۱۷۶ھ / ۱۷۶۲ء) اور ان کے خاندان نے تحریکِ اہلِ حدیث کو بڑی تقویت پہنچائی۔ ان کے بعد تعلیمی و تدریسی خدمات کے ساتھ عملی اور نظری اعتبار سے حضرت مولانا سیّد نذیر حسین مرحوم المعروف بہ شیخ الکل حضرت میاں صاحب (م ۱۳۲۰ھ / ۱۹۰۲ء) نے اہل حدیث مسلک کو بڑا رواج دیا۔ پھر ان کے سینکڑوں تلامذہ نے یہ تحریک ملک کے گوشے گوشے میں پہنچا دی۔ انیسویں صدی عیسوی کے نصف آخر اور بیسویں صدی کے ربع اول میں عالم اسلامی کے اندر حدیث دان علماء بہت کم نظر آتے تھے۔ لیکن برصغیر پاک و ہند میں علم حدیث کا بڑا چرچا تھا۔ بلکہ یہ ملک طالبانِ علمِ حدیث کا مرجع و ماوٰی بنا ہوا تھا۔ ترویجِ علم حدیث اور احیائے سنت کے سلسلہ میں علامہ رشید رضا مصری (م ۱۳۵۴ھ / ۱۹۳۵ء) نے بھی علمائے اہل حدیث کی گراں قدر خدمات کا اعتراف شاندار الفاظ میں کیا ہے (مقدمہ مفتاح کنوز السنۃ، ص ق)

بیسویں صدی عیسوی کے آغاز میں تحریک اہل حدیث کو عوامی تحریک بنانے کی کوشش شروع ہوئی اور دہلی میں "آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس" کے نام سے ایک ملک گیر تنظیمی و تبلیغی ادارہ قائم کیا گیا، جس نے مکتوں

اور درس گاہوں کے قیام، مبلغین کے وعظ وارشاد اور جلسوں کے انعقاد کے ذریعے پورے ملک میں تحریک و مسلکِ اہلِ حدیث کو عام کر دیا۔ ۱۹۴۷ء میں قیامِ پاکستان کے ساتھ مسلکی تنظیم و تبلیغ کے لیے دو بڑے ادارے معرضِ وجود میں آئے۔ ایک مغربی پاکستان میں "جمعیت اہلِ حدیث مغربی پاکستان" کے نام سے، اس کی شاخیں پورے ملک میں قائم کی گئیں۔ اس کے پہلے صدر اور امیر مولانا سید محمد داؤد غزنویؒ (م ۱۹۶۲ء) تھے۔ دوسری مشرقی پاکستان میں "جمعیت اہلِ حدیث مشرقی پاکستان" کے نام سے، قیامِ پاکستان سے پہلے اس ادارے کا نام "کل بنگال آسام اہلِ حدیث جمعیت" تھا۔ اس جمعیت کے پہلے صدر مولانا عبداللہ الکافیؒ (م۔ ۱۹۶۰ء) تھے۔ بنگال کے دیگر قائدین میں مولانا نعمت اللہ، مولانا ولایت علی، مولانا عنایت علی، مولانا عبدالرحیم، مولانا عبداللطیف، مولانا عباس علی اور مولانا عبداللہ الباقی (م ۱۹۵۲ء) رحمہم اللہ خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ مغربی اور مشرقی پاکستان کے دونوں ادارے اپنے حلقوں میں مسلکی تبلیغ و تنظیم کے لیے کوشاں ہیں

مولانا سید سلیمان ندویؒ (م۔ ۱۹۵۳ء) تحریک اہلِ حدیث کے بارے میں رقم طراز ہیں:۔

"اس تحریک کا یہ فائدہ ہوا کہ مدتوں کا زنگ طبیعتوں سے دور ہوا، اور جو یہ خیال پیدا ہو گیا تھا کہ اب تحقیق کا دروازہ بند اور نئے اجتہاد کا راستہ مسدود ہو چکا ہے، رفع ہو گیا اور لوگ از سرِ نو تحقیق و کاوش کے عادی ہونے لگے۔ قرآنِ پاک اور احادیثِ مبارکہ سے دلائل کی خو پیدا ہوئی اور قیل وقال کے مکدر گڑھوں کی بجائے ہدایت کے اصلی سرچشمۂ مصفا کی طرف واپسی ہوئی"[1]

اس برصغیر میں اہلِ حدیث کی تحریک کا مقصد صرف فقہ کے چند مسائل نہ تھے بلکہ امامتِ کبریٰ، توحیدِ خالص اور اتباعِ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بنیادی تعلیمات تھیں۔ اس مقصد کی خاطر جماعت نے کتاب و سنت کی اشاعت و ترویج کے لیے مختلف ذریعے استعمال کیے:

۱۔ درس و تدریس اور قیامِ مدارس

۲۔ اسلاف کی اہم اور ضروری کتابوں کی اشاعت کا اہتمام

۳۔ تالیف و تصنیف

۴۔ کتبِ دینیہ و شرعیہ کے تراجم

۵۔ اخبارات و رسائل کا اجراء

۶۔ چھاپہ خانوں کا انتظام

۷۔ کتب خانوں کا قیام

---

[1] تراجم علمائے حدیث ہند، مقدمہ صفحہ ۳۷

۱ــــ برصغیر پاک و ہند میں اہل حدیث نے کتاب و سنت کی اشاعت کے لیے دو قسم کے درس قائم کیے۔ ایک عوام کے لیے۔ بعد نمازِ فجر مساجد میں۔ دوسرا دینی تعلیم کی اشاعت و بقا کے لیے۔ اول الذکر درس میں قرآن مجید کی چند آیات کی تلاوت کے بعد سادہ ترجمہ سنایا جاتا، بعد ازاں قرآن و حدیث کی روشنی میں ان آیات کی تفسیر بیان کر کے مسائل و احکام پر تفصیلی بحث کی جاتی۔ اس قسم کے درس کا بڑا فائدہ یہ ہوا کہ عوام کو قرآن فہمی کے مواقع میسر آنے لگے اور ان کے لیے شریعت کے مسائل و احکام کا سمجھنا آسان ہوگیا مستقل دینی تعلیم کے سلسلے میں طلبہ کے لیے دینی مدارس قائم کیے۔ اگرچہ ان میں سے اکثر ابتدائی نوعیت کے تھے، لیکن اعلیٰ مدارس کی تعداد بھی سینکڑوں تک پہنچتی ہے اور چند ایک کو تو جامعہ (یونیورسٹی) کی سی حیثیت حاصل ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہؒ دہلوی کے بعد مولانا سیّد نذیر حسینؒ محدّث دہلوی کا مدرسہ سرفہرست ہے۔ سیّد صاحب موصوف نے ساٹھ برس تک دہلی میں درسِ حدیث دیا اور تمام عالمِ اسلامی سے ہزاروں طلبہ نے دہلی پہنچ کر اس چشمۂ علم و فضل سے فیض حاصل کیا۔ مولانا سیّد نذیر حسینؒ اہل حدیث کے بڑے مُوقر عالمِ دین اور حدیث کے بے مثال استاد مانے جاتے ہیں۔ ان کے متعدد تلامذہ نے درس و تدریس اور تصنیف و تالیف میں بلند مقام حاصل کیا اور وطن کے علاوہ بیرونی ممالک میں مسلکِ اہل حدیث کی خوب خوب تبلیغ و اشاعت کی۔ ان میں مندرجہ ذیل حضرات بالخصوص قابلِ ذکر ہیں:

۱۔ مولانا سیّد عبداللہ غزنویؒ (م۔ ۱۸۸۱ء) جو اختلافِ مسلک کے باعث افغانستان سے جلاوطن ہوکر امرتسر میں قیام پذیر ہوئے۔ ایک دارالعلوم قائم کر کے کتاب و سنت کی بڑی خدمت انجام دی اور بکثرت علماء اور نامور فضلاء تیار کیے۔

۲۔ مولانا عبداللہ غازی پوریؒ (م ۱۳۳۷ھ/۱۹۱۹ء) علومِ عقلیہ و نقلیہ کے جیّد عالم اور نامور معلّم و مصنّف تھے۔ سینکڑوں علماء ان کے حلقۂ درس سے فیض یاب ہوئے۔

۳۔ مولانا عبدالعزیز رحیم آبادیؒ (م ۱۹۱۸ء) آپ نے دربھنگہ میں ایک عظیم الشان درسگاہ "مدرسہ احمدیہ سلفیہ" کی بنیاد رکھی اور مدت العمر اس کا اہتمام و انصرام کرتے رہے۔ اس مدرسے کی بدولت علاقے میں کتاب و سنت کی بڑی اشاعت ہوئی۔

۴۔ مولانا ابراہیم آرویؒ (م ۱۳۱۹ھ/ ۱۹۰۲ء) مدرسہ احمدیہ (آرہ) کے بانی تھے اور تمام زیست عربی و دینی تعلیم اور مدارس کی اصلاح کے لیے کوشاں رہے۔

۵۔ مولانا شمس الحق ڈیانویؒ (م ۱۳۲۹ھ/ ۱۹۱۱ء) نامور محدّث اور شارحِ حدیث گزرے ہیں۔ کتبِ حدیث

بڑی محنت سے جمع کیں اور اشاعت حدیث میں نمایاں حصہ لیا۔

۶۔ مولانا عبدالرحمٰن مبارک پوریؒ (م ۱۳۵۲ھ/۱۹۳۵ء) بلند پایہ محدث و مصنف تھے۔ تدریس کے سلسلے میں گراں قدر خدمات انجام دیں۔

۷۔ مولانا عبدالسلام مبارک پوریؒ (م رجب ۱۳۴۲ھ/۱۹۲۴ء) مصنف "سیرۃ بخاری" نے خاصا وقت مدرسہ رحمانیہ دہلی میں گزارا۔

۸۔ مولانا عبدالرحیم بنگالیؒ (م ۱۹۶۰ء) نے بنگال میں قرآن و حدیث کی بڑی تبلیغ کی۔ ایک دارالعلوم قائم کیا۔ بنگلا زبان میں بہت سی کتابیں تصنیف کیں۔ نظم و نثر دونوں پر انہیں یکساں قدرت تھی اور عوام میں بڑے مقبول ہوئے۔

۹۔ مولانا محمد حسین بٹالویؒ (م ۱۳۳۸ھ/۱۹۲۰ء) بلند پایہ محقق، عالم دین، بانی و مدیر ماہنامہ "اشاعت السنۃ" چالیس برس تک احکام اسلام اور مسائل دین پر نہایت عالمانہ انداز میں بحث کرتے رہے

۱۰۔ مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسریؒ (م ۱۹۴۸ء) ہفت روزہ "اہل حدیث" کے بانی و مدیر، جید عالم اور مناظر اپنے مسلک کی تائید اور غیر مذاہب و ادیان کی تردید میں بہت سی کتابیں لکھیں۔

۱۱۔ مولانا محمد اکرم خان جنہوں نے قرآن مجید کا بنگلہ میں ترجمہ کیا۔

۱۔ اہل حدیث کے اعلیٰ مدارس اہم اور مرکزی علاقوں میں قائم کیے گئے تھے۔ اس وقت بھی جماعت کے بے شمار مدارس پاکستان بھر میں موجود ہیں۔ مغربی پاکستان میں "الجامعۃ السلفیۃ" لائل پور مرکزی حیثیت رکھتا ہے جس کے نصاب کی تجویز میں تعلیم جدید کے تقاضے پیش نظر رکھے گئے ہیں۔ اہل حدیث کے مدارس میں قرآن و حدیث کی تعلیم ہر درجہ اور جماعت کے لیے لازمی ہے۔ پورا قرآن مجید، ترجمہ و تفسیر کے ساتھ پڑھایا جاتا ہے۔ پوری صحاح ستہ کی تدریس بھی ضروری جزوِ تعلیم ہے۔ فقہ حدیث کے ساتھ حنفی اور مالکی فقہ بھی پڑھائی جاتی ہے۔ دیگر علوم جدیدہ و قدیمہ پر بھی کماحقہ توجہ کی جاتی ہے۔ اہلحدیث نے اسکردو (بلتستان) ایسے دور افتادہ اور پس ماندہ علاقے میں بھی کتاب و سنت کی تعلیم کے لیے ایک مدرسہ قائم کر رکھا ہے۔

۲۔ اہل حدیث نے نایاب اور اہم دینی کتابوں کی طباعت و اشاعت میں نمایاں حصہ لیا۔ شاہ ولی اللہ کی حجۃ اللہ البالغۃ، تفسیر ابن کثیر، حافظ ابن حجر کی فتح الباری (مشہور شرح صحیح بخاری)، ابن قیمؒ کی زاد المعاد فی ھدی خیر العباد، سنن دارمی، شوکانی کی نیل الاوطار، اور سنن دارقطنی ایسی مفید کتابوں کی طباعت و اشاعت پر لاکھوں روپے خرچ کر کے علمی و دینی حلقوں پر احسانِ عظیم کیا۔ اس سلسلے میں بیشتر اخراجات نواب شاہ جہاں بیگم مرحومہ والیہ بھوپال نے برداشت کیے۔

۳— (الف) قرآن مجید کے تراجم و تفاسیر کے سلسلے میں بھی اہل حدیث نے کار ہائے نمایاں انجام دیے۔ حضرت شاہ ولی اللہؒ کا فارسی ترجمہ بہت مشہور ہے۔ شاہ عبدالقادرؒ اور شاہ رفیع الدینؒ کے اُردو ترجموں کے علاوہ بہت سے ترجمے اُردو اور بنگلہ زبان میں شائع کیے گئے۔ مولانا عباس علیؒ پہلے مسلمان تھے جنھوں نے بنگلہ زبان میں قرآن مجید کا ترجمہ کیا اور اسے "انجمن اہل حدیث ڈھاکہ" نے چھپوایا اور تراجم کے علاوہ مولانا محمد اکرم خاںؒ کا بنگلہ ترجمہ بھی قابلِ ذکر ہے۔ عربی تفسیروں میں نواب صدیق حسن خاںؒ کی فتح البیان اور مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ کی تفسیر القرآن بکلام الرحمٰن کو ممتاز حیثیت حاصل ہے۔ اُردو تفسیروں میں نواب صدیق حسن خاںؒ کی ترجمان القرآن، مولانا وحید الزماںؒ کی تفسیر وحیدی، مولانا سید احمد حسن دہلویؒ (م ۱۳۳۸ھ) کی احسن التفاسیر اور مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ کی تفسیر ثنائی محتاج تشریح نہیں۔ مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹیؒ نے بھی تفسیر تبصیر الرحمٰن (غیر مکمل) اور کئی مختلف سورتوں کی تفسیریں لکھیں، جن میں سورۃ الفاتحہ کی تفسیر "واضح البیان" اپنے علوم و معارف، مسائل و احکام، جامعیت و اسلوب کے لحاظ سے بہت بلند ہے۔ حافظ محمد لکھویؒ (م ۱۳۱۱ھ/ ۱۸۹۴ء) نے قرآن مجید کی ایک بے نظیر تفسیر پنجابی زبان میں شائع کی جو اپنی طرز کی واحد تفسیر ہے۔

(ب) اہل حدیث علماء نے کتب حدیث کی عربی شرحیں اور تشریحی حواشی بھی بکثرت لکھے ہیں۔ مثلاً شرحوں میں مولانا شمس الحق ڈیانوی عظیم آبادی کی عون المعبود شرح سنن ابی داؤد اور التعلیق المغنی علی کتاب السنن للدار قطنی، نواب صدیق حسن خاں کی فتح العلام شرح بلوغ المرام، عون الباری فی حل ادلۃ البخاری (شرح تجرید البخاری) السراج الوھاج شرح صحیح مسلم، مولانا عبدالرحمٰن مبارک پوریؒ کی تحفۃ الاحوذی شرح جامع ترمذی مع مقدمہ، مولانا عبید اللہ مبارک پوری کی مرعاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، وغیر ذالک ——— حافظ عبدالحکیمؒ نصیر آبادی نے مسند امام احمد کی تبویب صحیح بخاری کے نہج پر کی۔ اس کی عربی شرح مولانا ابو سعید شرف الدینؒ نے لکھنی شروع کی تھی لیکن مکمل نہ ہو سکی۔ نواب صدیق حسن خاںؒ کی فارسی شروح میں — مسک الختام شرح بلوغ المرام کو وہی مقام حاصل ہے جو شوکانی کی نیل الاوطار کو۔

۴— دینی کتب کے اُردو تراجم و شروح پر بھی اہل حدیث کی خاص توجہ مبذول رہی جس کی وجہ سے اُردو زبان علم حدیث و تفسیر سے مالا مال ہو گئی۔ مولانا محمد میمنؒ جوناگڑھی نے تفسیر ابن کثیر کا مکمل ترجمہ تفسیر محمدیؒ کے نام سے اور اعلام الموقعین (حافظ ابن قیمؒ) کا اردو ترجمہ دینِ محمدی کے نام سے شائع کیا۔ مولانا وحید الزماںؒ کی محنت اور محبت علم حدیث بھی بے حد قابلِ داد ہے۔ انھوں نے صحاح ستہ کا صرف ترجمہ ہی نہیں

گیا بلکہ صحیح بخاری، صحیح مسلم اور موطا کی ضخیم شرحیں اُردو میں لکھ ڈالیں۔ صحیح مسلم کی شرح نووی کو اُردو میں منتقل کر دیا اور صحیح بخاری کی اُردو شرح میں ابن حجر عسقلانی، قسطلانی اور شوکانی ایسے ماہرینِ حدیث کے علوم و افکار بھی منتقل کر دیے۔ مولانا بدیع الزمان (م ۱۳۰۴ھ) نے اردو ترجمہ موطا کے علاوہ جامع ترمذی کی ایک شرح اُردو میں لکھی جو انیسویں صدی کے اواخر میں طبع ہوئی۔ مولٰنا عبدالاول غزنوی نے ریاض الصالحین اور مشکوۃ المصابیح کے اُردو ترجمے شائع کیے۔ مولٰنا وحید الزماں نے فقہ کی مشہور کتاب شرح الوقایہ کی شرح بزبانِ اُردو چار جلدوں میں لکھی۔ بلوغ المرام کے کئی ترجمے شائع ہوئے۔ اسی طرح اور بہت سی دینی اور علمی کتابوں کے تراجم و ملخصات چھاپے گئے۔ تاکہ ان سے استفادے کا دائرہ وسیع تر ہو جائے۔

۵۔ علمی تصانیف میں نواب صدیق حسن خان کا نام سرِ فہرست ہے۔ موصوف نے اسلامی علوم و فنون کے ہر شعبے پر قلم اٹھایا۔ قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوریؒ (م ۱۹۳۰ء) کی رحمۃ للعٰلمین (تین جلدیں) موضوع سیرت پر بڑی مقبول ہوئی۔ مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی (م ۱۹۵۶ء) کی سیرت مصطفٰی بھی قابلِ ذکر کتاب ہے شاہ اسماعیل شہیدؒ کی شہرۂ آفاق کتاب تقویۃ الایمان اصلاح عقائد میں اپنی مثال آپ ہے۔ اُردو زبان کی کوئی کتاب نہ اس سے زیادہ چھپی اور نہ اس سے بڑھ کر اثر انداز ہوئی ہو گی۔ خلافیات پر بھی بڑا ذخیرۂ کتب فراہم ہو گیا۔ مثلاً معیار الحق از شیخ الکل سید نذیر حسین محدث دہلویؒ، دراسات اللبیب از شیخ معین سندھیؒ، اعتصام السنہ از شیخ عبداللہ صدیقی الٰہ آبادیؒ، الارشاد الی سبیل الرشاد از مولانا ابو یحیٰی محمد شاہ جہاں پوریؒ، تنویر العینین از شاہ اسماعیل شہیدؒ، تحقیق الکلام از مولانا عبدالرحمٰن مبارک پوریؒ، اجتہاد و تقلید از مولانا ثناء اللہؒ۔ اہل حدیث ہی نے شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ، حافظ ابن قیمؒ، علامہ ابن حزم اندلسیؒ، حافظ ابن حجر عسقلانیؒ اور دیگر ائمہ کبار و مفکرینِ اسلام کے افکار و آراء سے اُردو دان حلقوں کو روشناس کرایا۔ خصوصاً مولانا عبدالرزاق ملیح آبادی مرحوم کے ترجمے جن کا خاصا بڑا ذخیرہ بارہا چھپ چکا ہے۔

۶۔ جماعت اہل حدیث نے کئی ماہنامے اور ہفت روزہ دینی اخبار بھی جاری کیے۔ ۱۸۷۸ء میں مولانا محمد حسین بٹالویؒ نے اُردو ماہنامہ "اشاعۃ السنۃ" جاری کیا جو تقریباً چالیس برس تک دینی علوم کی اشاعت کا ذریعہ بنا رہا اور اہم عصری مسائل کے لیے مشعلِ راہ کا کام دیتا رہا۔ قیام پاکستان سے پہلے ہفت روزہ اخباروں میں "اہل حدیث" امرتسر، "محمدی" دہلی، "اہل حدیث گزٹ" دہلی، "توحید" امرتسر، "مسلمان" سوہدرہ مشہور تھے۔ آج کل بھی صرف لاہور سے اہل حدیث کے دو ہفت روزہ "الاعتصام" اور "تنظیم اہل حدیث"

شائع ہوتے ہیں۔ مشرقی پاکستان کے بنگلہ اخباروں میں ہفت روزہ "محمدی" "اہل حدیث" اور "عرفات" اور ماہنامہ "ترجمان الحدیث" قابلِ ذکر ہیں۔ لاہور کا سب سے پہلا قومی انگریزی روزنامہ "مسلم آؤٹ لک" (muslim out. look) مولوی عبدالحق نے جاری کیا اور ان کا مطبع "رفاہِ عام پریس" اہل حدیث کی سیاسی اور دینی خدمات کا مرکز بنا رہا اور مجاہدین چمرقند کی بہت سی ضرورتوں کی کفالت اسی مطبع کے ذمے رہی۔ خود ان مجاہدین نے بھی آزاد علاقے میں کئی اہم اخبار جاری کیے تھے مثلاً "المجاہد"، "المحرّض" وغیرہ۔

۷۔ کتابوں کی طباعت واشاعت اور تبلیغی مقاصد کے پیشِ نظر اہل حدیث نے لاہور، امرتسر، دہلی، بھوپال بنارس، دربھنگہ اور ڈھاکہ میں کئی چھاپے خانے قائم کیے۔ اسلامی علوم کی ترویج اور تصنیف وتالیف کے لیے کتب خانوں کے قیام کا خاص اہتمام کیا گیا۔ ان میں سے نواب صدیق حسن خاںؒ (بھوپال)، پیر جھنڈا (سندھ)، حافظ عبدالمنانؒ محدث وزیر آبادی، مولانا سید نذیر حسین محدثؒ (دہلی)، مولانا شمس الحق ڈیانویؒ، مولانا ثناء اللہ (امرتسریؒ)، مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹیؒ، مولانا محمد جمالؒ امرتسری، مولانا عبدالرحمن مبارک پوریؒ، مولانا محمد داؤد غزنویؒ (لاہور) کے کتب خانے بہت اہم تھے۔ ان میں سے بعض کتب خانے ۱۹۴۷ء کی افراتفری میں برباد ہوگئے مثلاً مولانا ثناء اللہ مرحوم کا کتب خانہ، نیز غزنوی کتب خانہ۔

جماعت اہل حدیث نے جذبۂ جہاد فی سبیل اللہ اور قتالِ کفار کو ہمیشہ زندہ رکھا اور یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ اہل حدیث کا یہ سب سے بڑا کارنامہ تھا۔ شاہ اسمٰعیل شہیدؒ نے سید احمد بریلویؒ کی قیادت میں تسلطِ اغیار سے آزادی اور تاسیسِ سلطنتِ اسلامی کے لیے قابلِ قدر اور لائقِ فخر جدوجہد کی۔ امامتِ کبریٰ کے قیام کے لیے جہاد بھی اہل حدیث کے مقاصد میں برابر شامل رہا۔ اقصائے آسام و بنگال سے شمال میں علاقہ آزاد تک یہ تحریک پھیلا دی۔ شاید ہی کوئی خطہ یا علاقہ ہو جہاں سے کچھ نہ کچھ لوگ مرکزِ مجاہدین میں نہ پہنچے ہوں اور انہوں نے جہاد فی سبیل اللہ کی عبادت میں حصہ نہ لیا ہو۔ انگریزی اقتدار کے زمانے میں بھی جماعت نے مسئلۂ جہاد زندہ رکھا۔ یہی جماعت تھی جس نے انگریز کی غلامی سے نجات حاصل کرنے کے لیے ایک مستقل محاذ قائم کیا اور اس کے خدامست لوگ آزاد علاقے میں اسمس و چمرقند کو مرکز بنا کر مساعیِ جہاد کے لیے کوشاں رہے۔ انتہائی مشکلات کے باوجود یہ چراغ گل نہ ہونے دیا۔ برصغیر کے اہل حدیث نے بیت المال قائم کرکے زکوٰۃ، عشر اور صدقات کے ذریعے مجاہدین کی اعانت کا سلسلہ برابر جاری رکھا۔ یہ مجاہدین انگریزی حکومت کے لیے ہمیشہ موجبِ تشویش بنے رہے حکومت نے اس تحریک کو کچلنے کی بڑی کوشش کی۔ اعانتِ مجاہدین کے مرکزوں کا سراغ لگایا۔ دس بارہ سال

تک دار و گیر کا خوفناک ہنگامہ بپا رکھا۔ بیسیوں اصحاب پر مقدمے چلے اور انہیں کالے پانی کی سزائیں دی گئیں۔ ان کے کاروبار اور املاک تباہ ہو گئے۔ اس سلسلے میں مولانا احمد اللہ پر سخت عتاب نازل ہوتا رہا۔ مولانا عبدالرحیم المعروف مولانا بشیرؒ اور مولانا فضل الٰہی مرحوم، مولانا یحییٰ علی، مولانا عبدالرحیمؒ صادق پوری کا صرف نام لے دینا کافی ہے۔ پھر ہمارے زمانے میں مولانا عبدالرحیم معروف بہ مولوی محمد بشیر اور مولانا فضل الٰہی وزیر آبادی نے جہاد کے لیے جو جانفشانیاں اور قربانیاں کیں وہ اہلِ خبر سے مخفی نہیں۔

تحریک آزادیٔ وطن اور قیامِ پاکستان کے سلسلے میں بھی اہلِ حدیث کی خدمات اور قربانیاں لائقِ ستائش ہیں، ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی کے بعد علمائے اہلِ حدیث پر بڑے مظالم ڈھائے گئے۔ بنگال، پٹنہ اور بہار بالخصوص علمائے صادق پور کو بحضرت سرمشق گیر و دار بننا پڑا۔ خلافت، تطہیر جزیرۃ العرب نیز دوسری قومی تحریکوں کے علاوہ آزادیٔ وطن کے لیے جماعتِ اہلِ حدیث نے ہمیشہ گرم جوشی دکھائی۔ پوری ملت اور قوم کے ساتھ مل کر قید و بند کی صعوبتیں بخوشی قبول کیں۔ تحریک کانگریس، تحریک احرار اسلام، تحریک مسلم لیگ برائے قیام پاکستان، غرض آزادیٔ وطن و ملت کا کوئی محاذ ایسا نہیں جس میں جماعت اہلِ حدیث کا درجۂ ایثار و خدمات زیادہ سے زیادہ ممتاز نہ رہا ہو۔

جب شدھی کی تحریک اور عیسائی پادریوں کی یورشں نے اسلام کے خلاف وساوس پھیلانے کی کوشش کی تو اہلِ حدیث نے بڑی سرگرمی سے ان تحریکوں کا مقابلہ کیا۔ اسلام پر غیر مذاہب کے اعتراضات کے تحریری جواب بھی دیے۔ جہاں مناظرات ناگزیر ہوئے۔ وہاں ان میں بھی پوری سرگرمی سے حصہ لیا۔ بے شمار علمائے کرام میں سے مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ، مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹیؒ، قاضی محمد سلیمانؒ منصور پوری، مولانا ابوالقاسم بنارسیؒ کا ذکر ضروری ہے جن کی زبان و قلم نے نصف صدی سے زیادہ مدت تک حصارِ اسلام کی پاسبانی کا حق ادا کیا۔ مولانا عبدالقادر قصوریؒ (م ۱۳۶۱ھ/ ۱۹۴۲ء)، صدر انجمن اہلِ حدیث پنجاب اور صدر پنجاب کانگرس طویل مدت جماعتِ مجاہدین کی اعانت کا ایک اہم مرکز بنے رہے۔ ان کے خاندان یعنی مولوی عبداللہ قصوریؒ، مولوی محی الدین احمد قصوری، مولانا محمد علی قصوریؒ ایم۔ اے (کینٹب) نے "جمعیت دعوت و تبلیغ" کے نام سے ایک تبلیغی ادارہ قائم کیا اور ملک کے طول و عرض میں اس کی شاخیں قائم کر کے شدھی کے مقابلہ میں منظم طور پر تبلیغ بھی کی۔ اس جمعیت کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ جب موپلے حکومت اور برادرانِ وطن کی کج اندیشیوں اور غلط بیانیوں کے باعث ہولناک مصائب میں مبتلا ہوئے تو جمعیت ایک طرف ان مظلوموں کی پوری امداد کرتی رہی۔ دوسری طرف کارفرمایانِ حکومت کو حتی الامکان سختیوں سے روکنے کی کوشش کرتی رہی۔ تیسری طرف غریب موپلوں کے خلاف غلط فہمیوں کی تاریکی زائل کرتی رہی۔ اس

دور کی سینکڑوں تصانیف میں سے چند ایک کے نام درج ذیل ہیں:۔

۱۔ حق پرکاش بجواب ستیارتھ پرکاش ۳۔ ترکِ اسلام بجواب ترکِ اسلام

۲۔ مقدس رسول بجواب رنگیلا رسول ۴۔ عصمت انبیاء وغیرہ۔

مسلمانوں کے لیے یہ دور بڑا نازک تھا۔ سیاسی اور اقتصادی غلامی کا زمانہ، انگریز عیسائی مشنریوں کی چیرہ دستی اور ہندوؤں خصوصاً آریاؤں کی دریدہ دہنی، اگر معترضین کا منہ توڑ جواب نہ دیا جاتا تو ہزاروں اور لاکھوں کے دلوں میں اسلام کے خلاف سوءِ ظن پیدا ہو جاتا۔ اسلامی آئین کی ترویج اور اسلامی فکر اور نظامِ حیات کو اپنانے کے لیے بھی اہلِ حدیث مدت سے کوشاں ہیں۔ سید سلیمان ندویؒ تحریکِ اہلِ حدیث پر تبصرہ کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:۔

"اس تحریک کے جو اثرات پیدا ہوئے اور اس زمانہ میں آج تک ہمارے دور کی ساکن سطح میں اس سے جو جنبش ہوئی وہ بھی ہمارے لیے بجائے خود مفید اور لائق شکریہ ہے۔ بہت سی بدعتوں کا استیصال ہوا۔ توحید کی حقیقت نکھاری گئی۔ قرآن پاک کی تعلیم و تفہیم کا آغاز ہوگیا۔ قرآن پاک سے براہِ راست ہمارا رشتہ جوڑا گیا۔ حدیثِ نبوی کی تعلیم و تدریس اور تالیف و اشاعت کی کوششیں کامیاب ہوئیں۔ اور دعویٰ کیا جا سکتا ہے کہ ساری دنیائے اسلام میں پاکستان و ہند کو صرف اس تحریک کی بدولت یہ دولت نصیب ہوئی۔ نیز فقہ کے بہت سے مسئلوں کی چھان بین ہوئی ...... سب سے بڑی بات یہ ہے کہ دلوں سے اتباعِ نبوی کا جو جذبہ کم ہوگیا تھا وہ سالہا سال تک کے لیے دوبارہ پیدا ہوگیا"[1]

ماخذ: ۱۔ امام اسماعیل الصابونی: عقیدۃ السلف و اصحاب الحدیث (مجموعۃ الرسائل المنیریۃ ج ۱) مصر ۱۳۴۳ھ

۲۔ القاضی محمد بن علی الشوکانی: التحف فی مذاہب السلف (مجموعۃ الرسائل المنیریۃ ج ۲) مصر ۱۳۴۳ھ

۳۔ القاضی صدر الدین علی بن العز: الاتباع، لاہور ۱۳۷۹ء (۴) محمد بن وضاح القرطبی: کتاب البدع والنہی عنہا، پشاور ۱۹۶۱ء

۵۔ محمد معین السندی: دراسات اللبیب فی الاسوۃ الحسنۃ الحبیب۔ کراچی ۱۹۵۰ء

۶۔ عبدالحی حسنی: الثقافۃ الاسلامیہ فی الہند، دمشق ۱۹۵۸ء

۷۔ محمد حیات السندی: الایقاف فی سبب الاختلاف (مع اردو ترجمہ)، لاہور ۱۹۵۹ء

۸۔ محمد بن اسماعیل الامیر الصنعانی: ارشاد النقاد الیٰ تیسر الجہاد۔ مصر ۱۳۴۳ھ

۹۔ الشیخ سیدی محمد بن علی السنوسی: کتاب ایقاظ الوسنان

۱۰۔ ابن العماد الحنبلی: شذرات الذہب ج ۱ مصر ۱۳۵۱ھ

۱۱۔ الذہبی: تذکرۃ الحفاظ ج ۱ حیدرآباد دکن ۱۳۳۴ھ (۱۲) ابن مفلح الحنبلی: الآداب الشرعیہ ج ۱۔ ۲ مصر

۱۳۔ ابو منصور عبدالقادر بن طاہر التیمی البغدادی: اصول الدین ج ۱، مصر

---

[1] مقدمہ تراجم علمائے حدیث ہند ص ۲۵۔

۱۴۔ مصنف مذکور : الفرق بین الفرق (مصر) (۱۵) الخطیب البغدادی : شرف اصحاب الحدیث (مصر)

۱۶۔ الشیخ احمد الدہلوی (نزیل مکہ) : تاریخ اہل الحدیث، لاہور، ۱۹۲۴ء

۱۷۔ الامام الحاکم (ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ) : معرفت علوم الحدیث بمصر ۱۹۳۷ء

۱۸۔ صدیق حسن خان : الدین الخالص ج ۱-۲۔ مطبع احمدی ۱۳۰۴ھ

۱۹۔ صدیق حسن خان : اتحاف النبلاء

۲۰۔ صدیق حسن خان : ترجمان الوہابیہ آگرہ ۱۳۰۰ھ

۲۱۔ ابن التیمیہ : شرح العقیدۃ الاصفہانیہ (مع الفتاوی) مصر ۱۳۲۹ھ،

۲۲۔ ابن التیمیہ : مذہب السلف القویم (مجموعۃ الرسائل والمسائل) مصر

۲۳۔ ابن التیمیہ : نقض المنطق، مصر،

۲۴۔ ابن التیمیہ : رسالہ فی السماع والرقص (مجموعۃ الرسائل المنیریۃ ج ۳) مصر

۲۵۔ ابن التیمیہ : المسح علی الخفین۔ مصر (۲۶) ابن التیمیہ : کتاب الوسیلہ (اردو ترجمہ)۔ لاہور۔

۲۷۔ ابن التیمیہ : زیارۃ القبور (اردو ترجمہ) لاہور (۲۸) ابن القیم الجوزیۃ : اعلام الموقعین۔ مصر

۲۹۔ الامام ابونصر المروزی : قیام اللیل۔ مصر

۳۰۔ الشیخ جمال الدین القاسمی : المسح علی الجوربین۔ القاہرہ

۳۱۔ الشیخ ولی اللہ الدہلوی : حجۃ اللہ البالغہ مصر ۱۳۵۲ھ

۳۲۔ الشیخ ولی اللہ الدہلوی : الانصاف فی بیان سبب اختلاف (بین الصحابۃ والائمۃ الاربعۃ) مصر ۱۳۲۷ھ

۳۳۔ الشیخ ولی اللہ الدہلوی : عقد الجید فی الاجتہاد والتقلید، دہلی ۱۳۴۴ھ

۳۴۔ ابن حزم الاندلسی : کتاب الفصل۔ مصر، ۱۳۱۷ھ (۳۵) مصنف مذکور : جوامع السیرۃ (مع الرسائل) مصر

۳۶۔ محمد اسماعیل الشہید الدہلوی : تنویر العینین لاہور ۱۳۰۴ھ

۳۷۔ محمد اسماعیل الشہید الدہلوی : تقویۃ الایمان، دہلی، لاہور، کراچی

۳۸۔ عبدالرحمٰن مبارک پوری : تحقیق الکلام فی وجوب القرآۃ خلف الامام دہلی ۱۳۵۵ھ

۳۹۔ عبدالحمید اٹاوی : الفوز المبین فی الجہر بالتامین۔ حیدرآباد دکن ۱۳۴۷ھ

۴۰۔ محمد ابراہیم میر سیالکوٹی : تاریخ اہل حدیث۔ لاہور ۱۹۵۲ء

۴۱۔ محمد ابراہیم میر سیالکوٹی : فرقہ ناجیہ۔ امرتسر ۱۹۳۶ء

۴۲۔ محمد ابراہیم میر سیالکوٹی : القول السدید فی حکم الاجتہاد والتقلید۔

۴۳۔ محمد ابراہیم میر سیالکوٹی: صلوٰۃ النبی، امرتسر

۴۴۔ بدیع الزمان: ارشاد اہل التوحید۔ لاہور ۱۲۹۹ھ

۴۵۔ ابویحییٰ امام خان: تراجم علمائے حدیث ہند، دہلی ۱۳۵۶ھ

۴۶۔ ابویحییٰ امام خان: اہل حدیث کی علمی خدمات، دہلی ۱۹۳۰ء

۴۷۔ سید نذیر حسین محدث دہلوی: معیار الحق۔ دہلی

۴۸۔ قاضی فضل حسین مظفر پوری: الحیاۃ بعد المماۃ۔ آگرہ ۱۹۰۸ء

۴۹۔ مرزا حیرت دہلوی: حیات طیبہ۔ آگرہ ۱۹۰۸ء

۵۰۔ محمد فاخر زائر الہ آبادی: رسالہ نجاتیہ (مع اردو ترجمہ) لاہور

۵۱۔ عبدالمجید سوہدروی: سیرت ثنائیہ۔ لاہور

۵۲۔ المقدسی: احسن التقاسیم

۵۳۔ ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری: اہل حدیث کا مذہب، امرتسر ۱۹۲۶ء و لاہور متعدد بار

۵۴۔ ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری: تقلید شخصی اور سلفی۔ امرتسر ۱۹۲۳ء

۵۵۔ ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری: حدیث نبوی اور تقلید شخصی۔ امرتسر ۱۹۲۴ء

۵۶۔ ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری: اجتہاد و تقلید۔ امرتسر ۱۹۲۵ء

۵۷۔ ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری: تنقید تقلید۔ امرت سر ۱۹۲۷ء

۵۸۔ محمد اشرف سندھو: تاریخ التقلید۔ لاہور ۱۹۶۶ء

۵۹۔ ابویحییٰ محمد شاہ جہان پوری: الارشاد الیٰ سبیل الرشاد، امرتسر ۱۹۲۴ء

۶۰۔ محمد بشیر الدین: صواعق الٰہیہ مطبع احمدی ۱۲۸۰ھ

★★★

سیرۃ ابن ہشام کا مستند نسخہ

الغرض یہ نسخہ جو ڈاکٹر مولوی محمد شفیع مرحوم کی ملک ہے، روایت کے اعتبار سے نہایت قابل اعتماد ہے۔ امید ہے کہ اہل نظر میں سے کوئی صاحب تقابلی مطالعہ کے بعد مزید معلومات فراہم کر سکیں گے۔